

سے زیادہ قریب ہے جس میں مال کھانے والا زیادہ فقیر اور تنگ دست ہوگا اور لینے والا امیر اور خوشحال ہوگا اس دن برادران حقیقی کو پتہ چلے گا کہ باپ کی جائیداد اس طرح وصول کیا کرتے ہیں وصولی کا یہ طریقہ بھائیوں کے حق میں اس وقت تو بہت خوش کن ہے لیکن اس وقت رسوا کن ہوگا۔

کلا بل لاتکرمون الیتیم ولا تحاضون علی طعام المسکین وتاکلون التراث اکلالاوتحبون المال حبا جما (سورة الفجر ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱)
(ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ نہ تم یتیم کی عزت کرتے ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو)

مروجہ تنسیخ نکاح

تنسیخ کے باب میں شرعاً ان وجوہ کو مد نظر رکھا جانا چاہیے جن کی بنا پر تنسیخ عمل میں لائی جاتی ہے وجوہ تنسیخ مثلاً خاوند کی نامردی دیوانگی گمشدگی اور ضد و عناد ہے کہ وہ نہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ طلاق پر آمادہ ہو اسی طرح بیوی بھی تنسیخ کا مطالبہ کر دے یہ نہ ہو کہ وہ تو خلع کی طالب ہو اور حاکم تنسیخ کرے لیکن ہوتا یہ ہے کہ تنسیخ کے دعوے میں یوں لکھا جاتا ہے خاوند پٹائی کرتا ہے سخت مزاج ہے اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہے مہر کی خطیر رقم اس کے ذمے واجب الادا ہے ادا نیکی میں لیت و لعل کر رہا ہے یہ ہیں دلائل اور دعاوی جن کی بنیاد پر عموماً عورت اپنے ماں باپ یا کسی غیر کی مدد سے اپنے خاوند سے رہائی چاہتی ہے۔ اور اس کے خلاف استغاثہ کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے تنسیخ کی چند شرائط بیان کی ہیں:

۱- حاکم مسلمان ہو تنسیخ کی وجوہ پر فیصلہ کر نیکا مجاز ہو

۲- تنسیخ کی وجوہ صحیح ہوں۔

۳- عورت تنسیخ کا مطالبہ کرے۔

۴- تنسیخ کا دار و داران اشیاء کو قرار دے جو دعویٰ میں بیان کی گئی ہوں۔

۵- عدالت مدعی کو حاضر ہونے کا حکم دے اور جواب دعویٰ کے بعد اسے متعنت قرار دے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ مدعی کی بات سن کر عموماً یہ باور کر لیا جاتا ہے کہ عورت بے قصور ہے اس کی اپنے خاوند کو ناپسندیدگی حاکم کے دل میں یہ احساس پیدا کر دیتی ہے کہ وقتی طور پر عورت کو خوش کر لیا جائے حالانکہ اس عارضی خوشی سے بعض دفعہ عاجلانہ فیصلہ کے بعد

ہمیشہ کیلئے اس کی خانہ بربادی ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ قواعد و ضوابط کی بالاتری کی بجائے حاکم اپنی رائے و قیاس کو دخل دیتا ہے کہ چونکہ ان کے مابین نباہ مشکل ہو گیا ہے لہذا مدعیہ کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ چونکہ خاوند حاضر عدالت نہیں ہوا، یا کسی ایک سماعت میں نہیں آیا تو یک طرفہ کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اسے اس دعویٰ کی اطلاع تک نہ ہو جیسے کہ آج کل سمن غلط بھیجنے کی وبا عام ہے یا یہ کہ خاوند دعویٰ دائر کردہ عدالت کو شرعی عدالت نہ سمجھتا ہو یا اسے کوئی اور عذر درپیش ہو ایسی صورت میں حکام پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جبراً خاوند کے حاضر ہونے کا حکم دیں۔ اور اس سے باز پرس کریں اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ مدعی علیہ نہ تو آباد کرنے پر رضامند ہے اور نہ طلاق دینے پر تو اسے متعنت قرار دیں۔ نباہ مشکل ہونے کی بنا پر خلع کرادیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ حاضر نہ ہونے کو یک طرفہ کاروائی کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے کہ یہ شخص متعنت (ضدی) ہے لہذا خاوند کی غیر موجودگی میں یکطرفہ کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یکطرفہ کاروائی فقہاء کرام کے ہاں "قصاء علی الغیب" کہلاتی ہے حنفی مذہب میں یہ ہے کہ اگر کوئی شافعی مذہب کا قاضی اس طرح فیصلہ کرے تو بھی نافذ العمل نہیں ہوگا۔ فتاویٰ شامیہ میں ہے:

فعلى هذا مايقع فى زماننا من فسخ القاضى الشافعى بالغيبه لا يصح وليس للحنفى تنفيذه

لہذا ہمارے زمانے میں شافعی المذہب قاضی خاوند کی غیر موجودگی میں فسخ کا فیصلہ کر دیتا ہے وہ صحیح نہیں ہے ایک حنفی المذہب قاضی اسے نافذ نہیں کر سکتا۔
سواء بنی علی اثبات الفقرا وعجز المرأة من تحصيل النفقة منه بسبب غيبته
فليتنبه لذلك (ج: ۲، ص: ۹۰۳)

خواہ اس فیصلے کا دارودار اس پر ہو کہ وہ تنگ دست ہے یا یہ کہ عورت خاوند کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے خرچہ حاصل کرنے سے عاجز ہو اس بات میں ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔

ایک با اختیار حاکم اپنے اختیارات کا جائز اور صحیح استعمال کیوں نہیں کر پاتا مالی معاملات میں معمولی غیر حاضری سے بلا ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے جاتے ہیں حلال و حرام اور حلالی نسل کے حصول کیلئے ایک دو تاریخ پیشی پر غیر حاضری کے باعث یکطرفہ کاروائی عمل میں لائی گئی زبان زد اور روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ عورت کے لئے خاوند پر خرچ کے آرڈر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لو طلق امرءہ عند العدل فغاب عن البلد ولا يعرف مكانہ او يعرف لكن
يعجز عن احضاره اوان تسافر اليه هي او وكيله لبعده اولمانع
آخر (جلد ۲، صفحہ ۴۷۱-۴۷۰) (باب فصل فی الحبس)

(خاوند نے اگر اپنی عورت کو کسی اچھے آدمی کے پاس ٹھہرایا اور شہر سے باہر چلا گیا اس کی
رہائش کا پتہ نہ ہو اور اگر پتہ ہو لیکن اسکے حاضر کرنے کی کوئی صورت نہ ہو بلکہ مجبوری ہو اور نہ
عورت اس کے پاس جانے کیلئے سفر کر سکتی ہو اور نہ اس کا وکیل۔ وہ دور رہتا ہو یا کوئی اور مانع
درپیش ہو۔

دیکھیے بیوی پر خرچ کے باب میں اتنی شرائط و قیود لگائی گئی ہیں تاکہ خاوند کی غیر
موجودگی میں اس پر ظلم نہ ہو ایک شرط یہ بھی بتائی کہ "لیکن یعجز عن احضاره" (لیکن خاوند کو
حاضر عدالت کرنے میں مجبوری اور لاچار ہی ہو) غور طلب یہ امر ہے کہ خاوند کو کس نے حاضر
کرنا تھا اور حاضر کرنے میں کون مجبور و لاچار ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ حکومت اور حاکم کا کام
تھا جب حکومت اپنے وسائل سے خاوند کو حاضر عدالت کرنے میں ناکام رہے تو پھر اسی کی
صورت یہ ہوگی۔

وينبغي ان ينصب من الغائب وكيل يعرف انه يرعى جانب الغائب
ولا يفرط في حقه (فتاویٰ شامی جلد ۲ صفحہ: ۴۷۱)

چاہیے کہ خاوند غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا جائے جس کے متعلق علم ہو کہ
وہ خاوند کی رعایت ملحوظ رکھے گا اور اس کے حق میں زیادتی نہیں کرے گا۔ کس قدر احتیاط
برتی گئی ہے اگر خاوند کی حاضری کی تمام ممکنہ صورتیں کالعدم ہو جائیں تو پھر بھی خاوند کی
طرف سے حکومت ایک وکیل مقرر کرے گی جسے وکالت کا حق سپرد کیا جائے گا وکیل کی
بحث و تمحیص کے بعد خاوند پر خرچ کی ڈگری کی جاسکے گی لیکن ہمارے ہاں وارنٹ کے ذریعے
احضار پر قدرت کے باوجود دانستہ طور پر تنسخ کی جاتی ہے حلال و حرام اور حلال نسل جیسے عظیم
مسئلہ سے صرف نظر کی جاتی ہے (والی اللہ المستعفی و حوالہ المستعان)

موجودہ عدالتوں کی آخری کوشش

پیارے بیچ کر مدعی علیم کے دروازوں پر اعلان چسپاں کر دینے اور اخبارات میں اشتہار
اور نوٹس دینے میں آخری ہمت صرف کی جاتی ہے کہ فلاں تاریخ کو حاضر عدالت ہو جاؤ ورنہ
تمہارے خلاف کیٹرفہ کاروائی عمل میں لائی جائے گی لیکن اس تجویز میں بھی اصل مشکل "قصاء

علی الغیب" کے عقدے کا حل نہیں ہے قاضی خان میں ہے:

ولوان رجلا جاء بكتاب القاضی فقبل ان يسمع القاضی شهادة الشهود
على الكتاب توارى الخصم فى البلدة قيل على قول ابى يوسف يبعث
القاضى مناديا نياى على بابہ ثلاثة ايام اخرج وان لم تخرج نصبت
منك وكيلا وقضيت على الوكيل وعامة المشايخ لم ليصحوا هذا القول (ج
۳ ص: ۵۶۰ طبع نولكشور)

اگر ایک قاضی کا دوسرے کے پاس فیصلہ آجائے فیصلے پر سماع شہادت سے پہلے
مدعی علیہ چھپ جائے تو امام ابو یوسف کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے گا جو تین دن ان
کے دروازے پر یہ اعلان کرتا رہے گا کہ حاضر ہو جاؤ ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل مقرر
کر کے اس پر اپنا فیصلہ صادر کر دوں گا لیکن اکثر مشائخ (اہل فتویٰ) نے اس قول کو صحیح نہیں
سمجھا۔

غور فرمائیے ایک طے شدہ کاروائی زیر سماعت ہے اس میں بھی اگر مدعی علیہ چھپ
جائے قصداً حاضر عدالت نہ ہو تو بھی حاکم مجبور ہے پہلی سماعت پر یا اسکی غیور موجودگی میں
شہادت لیکر فیصلہ نہیں کر سکتا۔

غیر مسنون طلاق نویسی

طرفہ یہ کہ دفاتر میں عرضی نویس جن سے طلاق نویسی کا کام لیا جاتا ہے ان کا مسلخ علم یہ
ہے کہ وہ تین طلاق ایک دو تین کر دیتے ہیں اس کے ساتھ ہر قسم کے غلیظ الفاظ، حرام، توجہ
پر ماں بہن ہے وغیرہ ملا دیتے ہیں۔ تحریر طلاق کے بعد طلاق دھندہ حضرات جب مفتی سے یا
شرعی قاضی سے رجوع کرتے ہیں اور حقیقت حال کا پتہ چلتا ہے تو پھر دم بنود ہو جاتے ہیں
خیال فرمائیے نص کے خلاف مفتی یا قاضی انہیں اس غمخ سے کیسے نکال سکتا ہے پھر خاوند کو
یا تو دانستہ حرام کاری کا راستہ دیکھائی دیتا ہے یا مذہب کی تبدیلی پر بھگنا پڑتا ہے
(اعاذنا اللہ تعالیٰ من تبدیل المذہب لاتباع الهوى)

ان عرضی نویس حضرات سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ارے پڑھے لکھے شاطروا
تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے کہ تمہارے ہاتھوں کی تحریر سے چند ملکوں کے خاطر کتنے بھائیوں کی
جان و مال کی تباہی و بربادی آخر کس کی بھنیٹ چڑھے گی۔

فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون۔